

(۳۰۷)

اولاد کے مرنے پر آدمی کو نیند آجاتی ہے، مگر مال کے چھن جانے پر اسے نیند نہیں آتی۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اولاد کے مرنے پر صبر کر لیتا ہے، مگر مال کے جانے پر صبر نہیں کرتا۔

(۳۰۸)

باپوں کی باہمی محبت، اولاد کے درمیان ایک قربت ہوا کرتی ہے اور محبت کو قربت کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی قربت کو محبت کی۔

(۳۰۹)

اہل ایمان کے گمان سے ڈرتے رہو، کیونکہ خداوند عالم نے حق کو ان کی زبانوں پر قرار دیا ہے۔

(۳۱۰)

کسی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک اپنے ہاتھ میں موجود ہونے والے مال سے اس پر زیادہ اطمینان نہ ہو جو قدرت کے ہاتھ میں ہے۔

(۳۱۱)

جب حضرت بصرہ میں وارد ہوئے تو انس بن مالک کو طلحہ وزیر کے پاس بھیجا تھا کہ ان دونوں کو کچھ وہ اقوال یاد دلائیں جو آپؐ کے بارے میں انہوں نے خود پیغمبر اکرم ﷺ سے سنے ہیں۔ مگر انہوں نے اس سے پہلو تپی کی اور جب پلٹ کر آئے تو کہا کہ: وہ بات مجھے یاد نہیں رہی۔ اس پر حضرت نے فرمایا:

اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اس کی پاداش میں خداوند عالم ایسے چمکدار غ میں تمہیں مبتلا کرے کہ جسے دستار بھی نہ چھپا سکے۔

(۳۰۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَتَأَمُّ الرَّجُلُ عَلَى الشُّكْلِ، وَ لَا يَتَأَمُّ عَلَى الْحَرَبِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ مَعْنَى ذَلِكَ: أَنَّهُ يَصْبِرُ عَلَى قَتْلِ الْأَوْلَادِ، وَ لَا يَصْبِرُ عَلَى سَلْبِ الْأَمْوَالِ.

(۳۰۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَوَدَّةُ الْأَبَاءِ قَرَابَةٌ بَيْنَ الْأَبْنَاءِ، وَ الْقَرَابَةُ إِلَى الْمَوَدَّةِ أَحْوَجُ مِنَ الْمَوَدَّةِ إِلَى الْقَرَابَةِ.

(۳۰۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اتَّقُوا ظُنُونَ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى أَلْسِنَتِهِمْ.

(۳۱۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَصْدُقُ إِبْنَانُ عَبْدٍ، حَتَّىٰ يَكُونَ بَسًا فِي يَدِ اللَّهِ أَوْ ثَقَّ مِنْهُ بَسًا فِي يَدِهِ.

(۳۱۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَأَنْسِ بَنَ مَالِيٍّ، وَ قَدْ كَانَتْ بَعْثُهُ إِلَى طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ لَمَّا جَاءَ إِلَى الْبَصْرَةِ، يَذْكُرُهُمَا شَيْئًا مِمَّا سَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي مَعْنَاهُمَا، فَلَوَى عَنْ ذَلِكَ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: إِنَّهُ أُتِيْتُ ذَلِكَ الْأَمْرَ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

إِنْ كُنْتُ كَاذِبًا فَضَرَبَكَ اللَّهُ بِهَا بَيْضَاءَ لَامِعَةً لَا تُورِيهَا الْعِمَامَةَ.

قَالَ الرَّضِيُّ: يَعْنِي الْبَرَصَ، فَاصَابَ أَنْسًا هَذَا الدَّاءُ فِيمَا بَعْدُ فِي وَجْهِهِ، فَكَانَ لَا يُرَى إِلَّا مُبْرَقًا. سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: سفید داغ سے مراد ”برص“ ہے۔ چنانچہ اُس اس مرض میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے ہمیشہ نقاب پوش دکھائی دیتے تھے۔

علامہ رضیؒ نے اس کلام کے جس مورد و عمل کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ: جب حضرتؑ نے جنگ جمل کے موقع پر انس ابن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وہ انہیں پیغمبر کا قول: «إِنَّكُمْ سَتُقَاتِلَانِ عَلِيًّا وَ أَنْتُمَا لَه ظَالِمَانِ» ۱: (تم عنقریب علیؑ سے جنگ کرو گے اور تم ان کے حق میں ظلم و زیادتی کرنے والے ہو گے) یاد دلائیں، تو انہوں نے پلٹ کر یہ ظاہر کیا کہ وہ اس کا تذکرہ کرنا بھول گئے تو حضرتؑ نے ان کیلئے یہ کلمات کہے۔

مگر مشہور یہ ہے کہ حضرتؑ نے یہ جملہ اس موقع پر فرمایا جب آپؐ نے پیغمبر ﷺ کے اس ارشاد کی تصدیق چاہی کہ:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ.

جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں۔ اے اللہ! جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ۔ ۲

چنانچہ متعدد لوگوں نے اس کی صحت کی گواہی دی، مگر انس ابن مالک خاموش رہے، جس پر حضرتؑ نے ان سے فرمایا کہ: تم بھی تو غدیر خم کے موقع پر موجود تھے، پھر اس خاموشی کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ: یا امیر المؤمنین! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، اب میری یادداشت کام نہیں کرتی۔ جس پر حضرتؑ نے ان کیلئے بددعا فرمائی۔ چنانچہ ابن قتیبہ تحریر کرتے ہیں کہ:

وَذَكَرَ قَوْمٌ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَلَهُ عَنْ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ؟ فَقَالَ: كَبُرَتْ سِنِّي وَ نَسِيتُ. فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنْ كُنْتُ كَأُذْبَانِ فَضَرَبَكَ اللَّهُ بِبَيْضَاءَ لَا تُؤَارِيهَا الْعِمَامَةُ.

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ امیر المؤمنین علیؑ نے انس ابن مالک سے رسول اللہ کے ارشاد: ”اے اللہ! جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ“ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور اسے بھول چکا ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ: ”اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو خدا تمہیں ایسے برص میں مبتلا کرے جسے عمامہ بھی نہ چھپا سکے“۔ (المعارف، ج ۲۵۱)

ابن ابی الحدید نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے اور سید رضیؒ کے تحریر کردہ واقعہ کی تردید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

فَأَمَّا مَا ذَكَرَهُ الرَّضِيُّ مِنْ أَنَّهُ بَعَثَ أَنْسًا إِلَى طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ فَعَلِيٌّ مَعْرُوفٌ، وَ لَوْ كَانَ قَدْ

بَعَثَهُ لِيَذْكُرَهُمَا بِكَلَامٍ يَخْتَصُّ بِهِمَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِمَا أَمَرْتَهُ أَنْ يَرْجِعَ فَيَقُولَ: رَأَيْتُ
أُنْسِيْتُهُ لِأَنَّهُ مَا فَارَقَهُ مُتَوَجِّهًا نَحْوَهُمَا إِلَّا وَقَدْ أَقْرَبَ بِمَعْرِفَتِهِ وَذِكْرِهِ، فَكَيْفَ يَرْجِعُ بَعْدَ
سَاعَةٍ، أَوْ يَوْمٍ، فَيَقُولَ: رَأَيْتُ أُنْسِيْتُهُ، فَيُنْكِرُ بَعْدَ الْإِقْرَارِ، هَذَا مِمَّا لَا يَقْعُ.

سید نبیؐ نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرتؐ نے انسؓ کو طلحہ و زبیر کی طرف روانہ کیا تھا ایک غیر معروف واقعہ ہے۔
اگر حضرتؐ نے اس کلام کی یاد دہانی کیلئے انہیں بھیجا ہوتا کہ جو پیغمبر ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا تھا تو یہ بعید
ہے کہ وہ پلٹ کر یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا۔ کیونکہ جب وہ حضرتؐ سے الگ ہو کر روانہ ہوئے تھے تو اس وقت یہ اقرار کیا تھا کہ
پیغمبر ﷺ کا یہ ارشاد میرے علم میں ہے اور مجھے یاد ہے۔ پھر کس طرح یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک گھڑی یا ایک دن کے بعد یہ
کہیں کہ میں بھول گیا تھا اور اقرار کے بعد انکار کریں۔ یہ ایک نہ ہونے والی بات ہے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۳۸۸)

☆☆☆☆☆

(۳۱۲)

دل کبھی مائل ہوتے ہیں اور کبھی اُچاٹ ہو جاتے ہیں۔ لہذا جب
مائل ہوں اس وقت انہیں مستحبات کی بجائے آوری پر آمادہ کرو، اور جب
اُچاٹ ہوں تو واجبات پر اکتفا کرو۔

(۳۱۳)

قرآن میں تم سے پہلے کی خبریں، تمہارے بعد کے واقعات اور
تمہارے درمیانی حالات کیلئے احکام ہیں۔

(۳۱۴)

جدھر سے پتھر آئے اسے ادھر ہی پلٹا دو، کیونکہ سختی کا دفعیہ سختی ہی
سے ہو سکتا ہے۔

(۳۱۵)

اپنے منشی عبید اللہ ابن ابی رافع سے فرمایا:
دوات میں صوف ڈالا کرو اور قلم کی زبان لمبی رکھا کرو، سطروں کے
درمیان فاصلہ زیادہ چھوڑا کرو اور حروف کو ساتھ ملا کر لکھا کرو کہ یہ خط
کی دیدہ زیبی کیلئے مناسب ہے۔

(۳۱۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِنَّ لِلْقُلُوبِ إِقْبَالَ وَإِدْبَارًا، فَإِذَا أَقْبَلَتْ
فَأَحْبَلُوهَا عَلَى النَّوَافِلِ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ
فَأَقْتَصِرْوهَا بِهَا عَلَى الْفَرَائِضِ.

(۳۱۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ فِي الْقُرْآنِ نَبَأٌ مَّا قَبْلَكُمْ، وَ خَبْرٌ مَّا
بَعْدَكُمْ، وَ حُكْمٌ مَّا بَيْنَكُمْ.

(۳۱۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُدُّوْا الْحَجَرَ مِنْ حَيْثُ جَاءَ، فَإِنَّ الشَّرَّ
لَا يَدْفَعُهُ إِلَّا الشَّرُّ.

(۳۱۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِكَاتِبِهِمْ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ:
أَلِقْ دَوَاتَكَ، وَ أَطْلُ جِلْفَةَ قَلْبِكَ، وَ
فَرِّجْ بَيْنَ السُّطُورِ، وَ قَرِّمْطْ بَيْنَ الْحُرُوفِ،
فَإِنَّ ذَلِكَ أَجْدَرُ بِصَبَاحَةِ الْخَطِّ.

(۳۱۶)

میں اہل ایمان کا یعسوب ہوں اور بدکرداروں کا یعسوب مال ہے۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے میری پیروی کرتے ہیں اور بدکردار مال و دولت کی اسی طرح اتباع کرتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں یعسوب کی اقتدا کرتی ہیں۔ اور ”یعسوب“ اس مکھی کو کہتے ہیں جو ان کی سردار ہوتی ہے۔

(۳۱۷)

ایک یہودی نے آپؐ سے کہا کہ ابھی تم لوگوں نے اپنے نبی کو دفن نہیں کیا تھا کہ ان کے بارے میں اختلاف شروع کر دیا۔ حضرتؐ نے فرمایا: ہم نے ان کے بارے میں اختلاف نہیں کیا، بلکہ ان کے بعد جانشینی کے سلسلہ میں اختلاف ہوا، مگر تم تو وہ ہو کہ ابھی دریائے نیل سے نکل کر تمہارے پیر خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ اپنے نبی سے کہنے لگے کہ: ”ہمارے لئے بھی ایک ایسا خدا بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے خدا ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ: بیشک تم ایک جاہل قوم ہو۔“

(۳۱۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَنَا يَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِينَ، وَ الْمَالُ يَعْسُوبُ الْفَجَّارِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ مَعْنَى ذَلِكَ: أَنَّهُ الْمُؤْمِنِينَ يَتَّبِعُونَنِي، وَ الْفَجَّارَ يَتَّبِعُونَ الْمَالَ، كَمَا تَتَّبِعُ النَّحْلُ يَعْسُوبَهَا، وَ هُوَ رَيْسُهَا.

(۳۱۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَالَ لَهُ بَعْضُ الْيَهُودِ: مَا دَفَنْتُمْ نَبِيَكُمْ حَتَّى اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهُ: إِنَّمَا اخْتَلَفْنَا عَنْهُ لَا فِيهِ، وَ لَكِنَّكُمْ مَا جَعَلْتُمْ أَرْجُلَكُمْ مِنَ الْبَحْرِ حَتَّى قُلْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ: ﴿اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمُ إِلَهَةٌ﴾ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥﴾.

اس یہودی کی نکتہ چینی کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو پیش کر کے رسول اکرم ﷺ کی نبوت کو ایک اختلافی امر ثابت کر لے، مگر حضرتؐ نے لفظ ”فیہ“ کے بجائے لفظ ”عنه“ فرما کر اختلاف کا مورد واضح کر دیا کہ وہ اختلاف رسول ﷺ کی نبوت کے بارے میں نہ تھا، بلکہ ان کی نیابت و جانشینی کے سلسلہ میں تھا۔ اور پھر یہودیوں کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ لوگ جو آج پیغمبر ﷺ کے بعد مسلمانوں کے باہمی اختلاف پر نقد کر رہے ہیں، خود ان کی حالت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں عقیدہ توحید میں متزلزل ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب وہ اہل مصر کی غلامی سے چھٹکارا پا کر دریا کے پار اترے تو سینا کے بت خانہ میں پچھڑے کی ایک مورتی دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہمارے لئے بھی ایک ایسی مورتی بنا دیجئے۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ: تم اب بھی ویسے ہی جاہل ہو جیسے مصر میں تھے۔ تو جس قوم میں توحید کی تعلیم پانے کے بعد بھی بت پرستی کا جذبہ اتنا ہو کہ وہ ایک بت کو دیکھ کر تڑپنے لگے اور یہ چاہے کہ اس تیکٹے بھی ایک بت خانہ بنا دیا جائے، اس کو مسلمانوں کے کسی اختلاف پر تبصرہ کرنے کا سماجی پہنچتا ہے۔

(۳۱۸)

(۳۱۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرتؑ سے کہا گیا کہ آپؐ کس وجہ سے اپنے حریفوں پر غالب آتے رہے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ:
میں جس شخص کا بھی مقابلہ کرتا تھا وہ اپنے خلاف میری مدد کرتا تھا۔
سید زہریؒ فرماتے ہیں کہ: حضرتؑ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ
آپؐ کی بیعت دلوں پر چھا جاتی تھی۔

وَقِيلَ لَهُ: يَا أَيُّ شَيْءٍ غَلَبْتَ الْأَقْرَانَ؟
فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
مَا لَقَيْتُ رَجُلًا إِلَّا آخَانِي عَلَى نَفْسِهِ.
قَالَ الرَّضِيُّ: يُؤَمِّيُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذَلِكَ إِلَى
تَمَكُّنِ هَيْبَتِهِ فِي الْقُلُوبِ.

جو شخص اپنے حریفوں سے مرعوب ہو جائے اس کا پاپا ہونا ضروری سا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مقابلہ کیلئے صرف جسمانی طاقت کا ہونا ہی کافی نہیں ہوتا، بلکہ دل کا ٹھہراؤ اور حوصلہ کی مضبوطی بھی ضروری ہے۔ اور جب وہ ہمت ہار دے گا اور یہ خیال دل میں جمائے گا کہ مجھے مغلوب ہی ہونا ہے تو وہ مغلوب ہو کر رہے گا۔ یہی صورت امیر المؤمنین علیؑ کے حریف کی ہوتی تھی کہ وہ ان کی مسلمہ شجاعت سے اس طرح متاثر ہوتا تھا کہ اسے موت کا یقین ہو جاتا تھا۔ جس کے نتیجہ میں اس کی قوت معنوی و خود اعتمادی ختم ہو جاتی تھی اور آخر یہ ذہنی تاثر اسے موت کی راہ پر لاکھڑا کرتا تھا۔

☆☆☆☆☆

(۳۱۹)

(۳۱۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اپنے فرزند محمد ابن حنفیہ سے فرمایا:
اے فرزند! میں تمہارے لئے فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہوں، لہذا فقر و
ناداری سے اللہ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ یہ دین کے نقص، عقل کی پریشانی
اور لوگوں کی نفرت کا باعث ہے۔

لَا يَنْبِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ:
يَا بَنِيَّ! إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ الْفَقْرَ، فَاسْتَعِذْ
بِاللَّهِ مِنْهُ، فَإِنَّ الْفَقْرَ مَنْقَصَةٌ لِلدِّينِ،
مَدْهَشَةٌ لِلْعَقْلِ، دَاعِيَةٌ لِلْمَقْتِ.

(۳۲۰)

(۳۲۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ایک شخص نے ایک مشکل مسئلہ آپؐ سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا:
سمجھنے کیلئے پوچھو، الجھنے کیلئے نہ پوچھو، کیونکہ وہ جاہل جو سیکھنا
چاہتا ہے مثل عالم کے ہے اور وہ عالم جو الجھنا چاہتا ہے وہ مثل
جاہل کے ہے۔

لِسَائِلٍ سَأَلَهُ عَنْ مُعْضَلَةٍ:
سَلْ تَفْقَهُمَا وَ لَا تَسْأَلْ تَعْتَنَّا، فَإِنَّ
الْجَاهِلَ الْمُتَعَلِّمَ شَبِيهُهُ بِالْعَالِمِ، وَ إِنَّ
الْعَالِمَ الْمُتَعَسِّفَ شَبِيهُهُ بِالْجَاهِلِ الْمُتَعَنَّتِ.